Al-Mahdi Research Journal
Vol. 2, No. 2 (April-June 2021)
ISSN (p): 2789-4142 ISSN (e):2789-4150

ابو بکر ابن فورک شافعی اشعری "حیات و خدمات کے تناظر میں ایک جائزہ"

Abu Bakar Ibn e Fork Ash-Ari
(An analytical study in the Perspective of his Life and Services)

Dr. Zubair Tayyab[1]

Abstract:

In this article, the life and services of **Abu Bakar Ibn e Fork Ash-Ari** Have been analyzed briefly. He was very kind and humble. Your classmate Imam Abu Bakr al-Baqalani narrates an incident of his time seeking knowledge: I, Abu Ishaq Isfraini and Abu Bakr ibn Fork used to be together in the teachings of their teacher Abu al-Hasan al-Bahli. The teacher used to teach us lessons only one day in a week, and he used to put a curtain between us and himself. They were so engrossed in the remembrance of Allah Almighty that it was as if they were insane or an avid lover, that is why they did not even remember the place of our lesson by themselves, and often we were the ones who reminded them of the place of our lesson. - We often asked them, "Why do you use these veils when you teach us lessons?" So once he replied: You people come from outside, and you see people in the bazaars outside who are ignorant, so I think that you will see me in the same way as you do. That you see those who are heedless. The teachers were so careful in this matter that they kept away from their captives in the same way. Our teachers used to say: I am like a drop compared to Sheikh Abu Al-Hasan Al-Ash'ari, like a drop compared to the sea.

Key Words: life, services, Faqih, Poetry, Scholar

[1] **Lecturer,** Department of Islamic Studies, Mohi Ud Din Islamic University (AJK)
Email: drzee.miu@gmail.com

تمہید

بلاشبہ ایمان قبول کرلینے کے بعد سب سے اہم چیز "علم دین " ہے۔کیونکہ جو چیزیں ایمان میں مطلوب ومقصود ہیں کہ جن پر عمل کرنے سے ایمان میں کمال آتاہے اور جن پر دین کی اشاعت وحفاظت کا مدار ہے،وہ چیزیں دین کے علم کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتیں۔یہی وجہ ہے کہ امام بخاری نے کتاب الایمان کے فورابعد علم سے متعلق احادیث کو جمع فرمایاہے اور انہی کی پیروی کرتے ہوئے "صاحب مشکٰوۃ" علامہ بغوی نے بھی اپنی تالیف "مشکٰوۃ"شریف میں کتاب الایمان کے بعد "کتاب العلم "کو جگہ دی ہے۔چونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے نزدیک علم دین بہت ہی افضل شئ ہے لہٰذا "صاحب علم"کا بھی مخصوص ترین مقام ہے قرآن پاک میں باری تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق ایک غیر عالم آدمی خواہ کتنے ہی بڑے منصب پر فائز ہوجائے کتنی ہی زیادہ عبادت وریاضت کرلے لیکن وہ صاحب علم کے مقام کو پالے یہ ناممکن اور محال بات ہے۔اللہ تعالیٰ نے عالم دین کی عزت وتوقیر کے لئے نیز اس کے حق میں دعاءمغفرت کرنے کیلئے ساری کائنات کولگار کھاہے اسی کے ساتھ میدان محشر میں اس کوایسے انعامات سے سرفراز کرنے کا وعدہ فرمایاہے جن کو سن کر فرشتے تک رشک کرتے ہیں۔انہی علمائے فحول میں ایک معتبر نام " علامہ ابن فورک " کا بھی ہے۔علم الکلام کے بانی ائمہ میں سے ابوالحسن علی بن اسماعیل الاشعری کے علمی مکتب فکر میں جن شخصیات نے مثالی شہرت حاصل کی اور ان کے علمی طرز کو پروان چڑھایا،اُن میں ایک قابل ذکر اور بلندپایہ نام امام ابن فورک کاہے۔فقہ میں شافعی المسلک تھے اور علم کلام میں اشعری المسلک،اسی لیے شافعی اور اَشعری کہلاتے ہیں۔

نام ونسب:

آپ کا مکمل نام ابو بکر محمد بن الحسن بن فورک الانصاری الاصبہانی ہے۔تاریخ اور سیر کی کتابوں میں سنہ ولادت کی کہیں کوئی تصریح نہیں ملتی،البتہ وفات کی نسبت سے اصفہانی اور اصبہانی نسبت سے مشہور ہیں۔البتہ اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ آپ عراق میں پیداہوئے۔[2]

حصول علم اور علم کلام میں مشغولیت کا سبب:

زیادہ عرصہ عراق میں مقیم رہ کر حصول علم میں مشغول رہے۔فقہ کی تعلیم فقہائے شافعیہ سے حاصل کی،اور علم کلام کی تعلیم امام ابوالحسن اشعری کے نامور شاگرد امام ابوالحسن الباہلیؒ سے حاصل کی۔خود فرماتے ہیں کہ ایک فقیہ کے پاس حصول علم کے لیے جایاکرتاتھا،ایک مرتبہ اس فقیہ نے ایک حدیث بیان کی:

"الحجر الاسود يمين الله فى الارض "[3]

ترجمہ:حجرِاَسود زمیں میں اللہ کا دائیاں ہاتھ ہے۔

میں نے اس فقیہ سے اس حدیث کا مطلب پوچھا،اور وہ مجھے اس کا کوئی تسلی بخش جواب نہ سکے،میں اسی پریشانی میں تھا کہ مجھے کسی نے ایک اور عالم کی طرف رہنمائی کہ ان سے اس بارے میں تحقیق کرلو،جب میں ان کی خدمت میں پہنچاتوانہوں نے مجھے

---

[2] سبکی،تاج الدین عبدالوہاب بن تقی الدین،طبقات الشافعیہ الکبری،للطباعۃ والنشر والتوزیع الطبعۃ الثانیہ،۱۴۳۱ھ،۵/ ۱۵۵۔

[3] الدیلمی فی الفردوس بمأثور الخطاب، ۲/۱۵۹،حدیث: ۲۸۰۷۔

اس حدیث کے تسلی بخش جوابات سے سمجھا دیا اور چونکہ وہ عالم علم کلام کے ماہر تھے، تو میں نے فیصلہ کیا کہ مجھے بھی اس علم کو حاصل کرنا چاہیے۔[4]

امام ابوالحسن الباہلی سے استفادہ کرنے میں امام ابن فورک اکیلے نہیں تھے بلکہ ان کے دو اور ساتھی بھی اس طلب علم میں شریک تھے اور حسن توفیق یہ ہے کہ پھر یہ تینوں ہی شاگرد علمی و تحقیقی اُفق پر ایک آفتاب بن کر چمکے۔ تینوں محقق مندرجہ ذیل ہیں:

- امام ابن فورک
- امام ابو بکر محمد بن طیب الباقلانی (متوفیٰ ۴۰۳ھ)
- امام ابو اسحاق الاسفرائینی (متوفیٰ ۴۱۸ھ)[5]

آپ انتہائی نیک اور زاہد طبیعت کے مالک تھے۔ آپ کے ہم درس امام ابو بکر الباقلانی اپنے زمانہ طلب علمی کا ایک واقعہ ذکر کرتے ہوئے بتاتے ہیں کہ: میں، ابو اسحاق اسفرائینی اور ابو بکر بن فورک ایک ساتھ اپنے استاذ ابو الحسن الباہلی کے درس میں ہوتے تھے۔ استاذ جی ہمیں ہفتہ بھر میں بس ایک دن سبق پڑھایا کرتے تھے، اور وہ بھی اس طرح کہ ہمارے اور اپنے بیچ ایک پردے کی اوٹ ڈال دیا کرتے تھے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی یاد میں اتنا مستغرق رہتے تھے کہ گویا مجنون ہوں یا ایک والہانہ عاشق، یہی وجہ تھی کہ انہیں خود سے ہمارے سبق کی جگہ بھی یاد نہیں رہتی تھی، اور اکثر ہم ہی انہیں اپنے سبق کی جگہ کی یاددھانی کراتے تھے۔ ہم ان سے اکثر یہ پوچھتے تھے کہ آپ ہمیں سبق پڑھاتے وقت یہ پردے کی اوٹ کیوں کرا دیتے ہیں؟ تو ایک مرتبہ انہوں نے جواب دیا کہ: تم لوگ باہر سے آتے ہو، اور باہر بازاروں میں موجود لوگوں کو دیکھ آتے ہو، جو کہ اہلِ غفلت ہیں، پس میں سمجھتا ہوں کہ اس طرح تم مجھے بھی اسی نظر سے دیکھو گے جس طرح کہ تم ان اہل غفلت کو دیکھتے ہو۔ استاذ اس قدر اس معاملے میں محتاط تھے کہ اپنی باندی سے بھی اسی طرح کنارہ کش رہتے تھے۔ ہمارے استاذ فرمایا کرتے تھے کہ: میں تو شیخ ابو الحسن اشعری کے مقابلے میں ایسا ہی ہوں جیسا کہ سمندر کے مقابلے میں ایک قطرہ۔[6]

علامہ تاج الدین السبکی طبقات الشافعیہ الکبریٰ میں اِمام ابو الحجاج یوسف بن دوناس المالکی الشہید سے آپ کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"الامام الجلیل و الحبر الذی لایجاری فقہا و اصولا و کلاما و وعظا و نحوامع مہابۃ و جلالۃ و ورع بالغ، رفض الدنیا وراء ظہرہ و عامل اللہ فی سرہ و جہرہ و صمم علی دینہ"[7]

ترجمہ: جلیل القدر امام، ایسے ماہر فن کہ علم فقہ، اصول فقہ، علم کلام، علم نحو اور پند و موعظت میں اپنی مثال آپ تھے۔ ہیبت اور جلال کا مرقع اور تقویٰ کے اونچے مرتبے پر فائز تھے۔ دنیا کو پس پشت ڈال چکے تھے ظاہر و باطن میں اللہ تعالیٰ کے ہو کر رہ گئے تھے اور اپنے دین پر مضبوطی سے قائم تھے۔

---

[4] ابن فورک، ابو بکر محمد بن حسن اصبہانی، مشکل الحدیث وبیانہ، عالم الکتب، بیروت ۱۹۸۵، ص ۴۵۔

[5] کحالہ، عمر بن رضا دمشقی، معجم المولفین، دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۹۹۹، ۹/۲۰۸۔

[6] الکتابی، محمد بن شاکر بن احمد، عیون التواریخ، ص: ۳۲۰۔

[7] سبکی، تاج الدین عبد الوہاب بن تقی الدین، طبقات الشافعیہ الکبری، للطباعۃ والنشر والتوزیع الطبعۃ الثانیہ، ۱۴۳۱ھ، ۵/۱۵۹۔

امام ابو بکر ابن فورک سے استفادہ کرنے والوں کی حتمی تعداد تو بہر حال معلوم نہیں ہو سکتی مگر آپ کے چند تلامذہ ایسے ہیں کہ ان میں سے ایک شاگرد بھی آپ کی عظمت مقام کے اظہار کے لیے کافی تھا:

1. امام حاکم نیشاپوری جو کہ بلند پایہ محدث ہیں۔
2. امام ابو بکر بیہقی جو کہ بلند پایہ محدث بھی ہیں اور فقیہ بھی، اصولی بھی اور متکلم بھی۔ علم حدیث میں سنن بیہقی آپ کی یادگار تالیف ہے تو علم عقائد میں الاسماء الصفات اور کتاب الاعتقاد آپ کی بہترین یادگار ہیں۔
3. امام ابو القاسم قُشیری جو کہ بلند پایہ صوفی بھی تھے اور واعظ بھی، جلیل القدر مفسر بھی تھے اور بلند مرتبہ متکلم بھی۔ تصوف میں الرسالۃ القشیریہ بہترین یادگار ہے تو علم تفسیر میں لطائف الاشارات کا اہل سنت کے صوفیانہ انداز کی تفسیر میں بہترین نمونہ ہے۔ امام ذھبی نے انہیں "شیخ الاسلام" کے لقب سے یاد کیا ہے، اگرچہ اِمام ذھبی اپنے اسلوب فکر کی وجہ سے ان کے متکلمانہ طرز سے پوری طرح متفق بھی نہیں ہیں۔

علم حدیث کا حصول:

امام ابن فورک نے فقط علم فقہ و علم کلام کے حصول پر ہی توجہ نہ تھی بلکہ جیسے علامہ سبکی نے بتایا کہ آپ ایک جلیل الشان امام تھے اور کوئی علوم میں مہارت و امامت کے مرتبے پر فائز تھے۔ چنانچہ علم حدیث میں بھی آپ کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپ نے فقط دو واسطوں سے مسند ابو داؤد الطیالسی کا سماع و اجازت حاصل کی تھی۔ چنانچہ امام ابن کثیر الشافعیؒ طبقات الفقہاء الشافعیینؒ میں آپ کے تذکرے میں لکھتے ہیں:

"روی الحديث عن: ابن جرير الاهوازی، و سمع مسند ابی داؤد الطيالسی من عبد الله بن جعفر الاصبهانی، عن يونس بن حبيب عنه " [8]

ترجمہ: موصوف ابن جریر الاھوازی سے علم حدیث کی روایت کی ہے اور مسند ابو داود طیالسی عبد اللہ بن جعفر سے سنی ہے انہوں نے یونس بن حبیب سے اور انہوں نے خود صاحب کتاب امام ابو داؤد الطیالسی سے اس کتاب کا سماع کیا ہے۔

قاضی شمس الدین ابن خلکان "وفیات " میں آپ کے تذکرے میں لکھتے ہیں:

"ہو الأستاذ أبو بكر المتكلم الأصولی الأديب النحوی الواعظ الأصبهانی، درس بالعراق مدة، ثم توجه إلى الری، فسمعت به المبتدعة، فراسله أهل نيسابور، فورد عليهم، وبنوا له بها مدرسة، ودارا، وظهرت بركته على المتفقهة، وبلغت مصنفاته قريبا من مائة مصنف، ودعی إلى مدينة غزنة، وجرت له بها مناظرات، وكان شديد الرد على ابن كرام، ثم عاد إلى نيسابور، فَسُمَّ فی الطريق، فمات بقرب بست، ونقل إلى نيسابور، ومشهده بالحيرة ظاهر يزار، ويستجاب الدعاء عنده" [9]

ترجمہ: استاذ ابو بکر ایک ماہر متکلم، ماہر اُصولی، ادیب، نحوی اور بہترین واعظ ہیں۔ مدت تک "عراق" میں پڑھتے، پڑھاتے رہے۔ پھر "رے" کی جانب متوجہ ہوئے۔ وہاں پہنچے تو وہاں کے اہل بدعت (کرامیہ جو کہ عقائد کی کئی خرابیوں میں سے تجسیم کی خرابی میں بھی مبتلا تھے) نے آپ کے خلاف شور شرابا بپا کر دیا، جب اہل نیشاپور کو اس واقعے کی خبر ہوئی تو انہوں نے اس موقع کو غنیمت جانتے ہوئے استاذ ابو بکر کو پیغام بھیجا کہ آپ ہمارے پاس آجائیں۔ (اس وقت نیشاپور کے علمی حلقوں میں امام حاکم کا بھی خوب

---

[8] ابن کثیر، طبقات الفقہاء الشافعیین، دار القلم بیروت ۱۹۹۹، ۲۳۵/۴۔

[9] ابن خلقان، ابو العباس شمس الدین احمد بن محمد، وفیات الاعیان ، دار صادر بیروت الطبعۃ الاولیٰ ۱۹۷۱، ۲۷۲/۴۔

چرچا تھا)۔ چنانچہ ان کی درخواست پر نیشاپور چلے گئے، وہاں انہوں نے ان کے لیے ایک مدرسہ بھی تعمیر کرادیا اور رہائش کے لیے گھر بھی فراہم کر دیا، وہاں آپ کی برکات خوب ظاہر ہوئیں اور بہت سے ظاہری فقیہوں نے آپ سے بھرپور استفادہ کیا۔ آپ کی تالیفات سو کے قریب ہیں۔ پھر آپ کو غزنی شہر کی طرف بلایا گیا، وہاں پھر کئی مناظرات ہوئے، کیوں کہ آپ کرامیہ کے بارے میں بہت سخت تھے۔ پھر آپ دوبارہ نیشاپور کی طرف لوٹ رہے تھے کہ راستے میں آپ کو زہر کھلا دیا گیا، جس کی وجہ سے ہرات کے قریب بُستُ "نامی علاقے میں آپ کی وفات ہوگئی اور پھر آپ کے چاہنے والوں نے آپ کو وہاں سے نیشاپور کی طرف منتقل کر دیا اور نیشاپور کے ایک علاقے "حیرہ" میں آپ کی تدفین کی گئی، جہاں آپ کا مزار سب سے عیاں اور زیارت گاہِ عام ہے اور وہاں قبولیتِ دعاء بھی مجرب ہے۔

ابن خلکان کا یہ بیان امام ابن کثیر نے بھی نقل کیا ہے اور امام ذھبی نے بھی اور عجیب اتفاق یہ ہے کہ ان دونوں حضرات میں سے کسی نے بھی اس بیان کو نقل کرنے کے بعد اس سے کوئی اختلاف یا اس پر کوئی تنقیدی نوٹ تحریر نہیں کیا۔ بلکہ امام ذھبی نے تو سیر اعلام النبلاء میں امام عبد الغافر الفارسی الشافعی کا یہ جملہ بھی بغیر نقد کے نقل کیا ہے:

"الاستاذ ابوبکر قبرہ بالحیرۃ یستسقی بہ"[10]

ترجمہ: استاذ ابو بکر کی قبر حیرہ میں ہے، ان کے طفیل سے بارش طلب کی جاتی ہے۔

ابن فورک پر ایک آزمائش:

متعدد سیرت نگاروں نے خصوصا علامہ ابن حزم ظاہری نے اس تہمت کو پورے یقین کے ساتھ بیان کیا ہے۔ چنانچہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ایک عالم دین بلکہ مسلمانوں کے ایک امام کے بارے میں اس تہمت کی حقیقت سامنے کر دی جائے تاکہ اس کی وجہ سے کوئی غلط فہمی یا بدگمانی میں مبتلا نہ ہو جائے۔

جب فرقہ کرامیہ کے لوگ استاذ ابن فورک کی علمی و تحقیقی حملوں کی تاب نہ لا سکے تو انہوں نے سلطان محمود بن سبکتگین والیٔ خراسان کو ان کے بارے میں جھوٹا الزام لگا کر برانگیختہ کیا۔ ان پر الزام یہ لگایا گیا کہ استاذ ابن فورک نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد ان کی نبوت کے قائل نہیں ہیں چنانچہ سلطان نے انہیں اپنے پاس بلایا اور ان سے اس بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ وہ پہلے تو اللہ کے رسول تھے مگر اب نہیں ہیں۔ چنانچہ سلطان نے ان کے قتل کا حکم دیدیا اور پھر کسی نے ان کی عمر کا لحاظ کرتے ہوئے ان کی معافی کی سفارش کی تو سلطان نے معافی کے بجائے اتنی رعایت برتی کہ تلوار وغیرہ سے قتل کرنے کے بجائے انہیں زہر دلوا کر قتل کرادیا۔

یہ واقعہ ذکر کرنے کے بعد امام ذھبی لکھتے ہیں:

"و فی الجملۃ : ابن فورک خیر من ابن حزم و اجل و احسن نحلۃ"[11]

ترجمہ: خلاصہ کلام یہ کہ ابن فورک، ابن حزم سے زیادہ بھلائی والے، اور ان سے اچھی اور بزرگ تر نسبت والے ہیں۔

اس جملے سے بظاہر یہ اندازہ ہوتا ہے کہ امام ذھبی کو اس حکایت کے سچا ہونے کا یقین نہیں ہے۔ لیکن پھر بھی اس واقعے سے پہلے ایک جگہ ان کے بارے میں تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

---

[10] الذہبی، سیر اعلام النبلاء، مؤسسۃ الرسالہ بیروت، ۱۴۲۰ھ، ص ۲۱۵۔

[11] الذہبی، محمد بن احمد بن عثمان، تاریخ الاسلام وذیلہ، دار الکتاب العربی، ۱۹۹۰، طبعۃ دار المغنی للنشر والتوزیع، ۶/۱۹۰۔

"قلت: کان مع دینہ ساحب فلتۃ و بدعۃ " ایضا

میں کہتا ہوں کہ موصوف دین دار ہونے کے ساتھ ساتھ کچھ بدعات اور لغزشوں سے بھی دوچار تھے۔

یہ تو تہمت کا بیان ہے جبکہ دیگر محققین نے اس کے بارے میں کیا تبصرہ کیا ہے؟ خود امام ذھبی امام ابن الصلاح کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

"قال ابن الصلاح: لیس کما زعم بل هو تشنیع علیهم اثارته الکرامیۃ فیما حکاه القشیری" ایضا

ترجمہ: ابن الصلاح کہتے ہیں کہ اس واقعے کو جیسا گمان کر لیا گیا ہے درست نہیں ہے بلکہ یہ تو کرامیہ کا لگایا ہوا بہتان ہے جس کی انہوں نے تشہیر کر دی ہے جیسا کہ قشیری نے اس کی وضاحت کی ہے۔

جبکہ امام ذھبی نے بذات خود استاذ ابن فورک کے بارے میں جو بدعت سے ملوث ہونے کی بات کی ہے اور اسی طرح ان پر رسول کریم ﷺ کی رسالت و نبوت کے بارے میں جو تہمت لگائی گئی ہے تو ان دونوں باتوں پر علامہ تاج الدین السبکی جو کہ بذات خود امام ذھبی کے نامور اور معتبر شاگرد بھی ہیں اور خود کئی علوم وفنون میں بھی امام ہیں کا تبصرہ ملاحظہ کرنا ضروری ہے۔ یہ تبصرہ ان کی کتاب طبقات الشافعیۃ الکبری میں امام ابن فورک کے مفصل تذکرے سے ماخوذ ہے۔ نبی کریم ﷺ کی نبوت ورسالت سے متعلق بہتان کے بارے میں لکھتے ہیں:

"والذی لاح لنا من کلام المحررین لما ینقلون، الواعین لما یحفظون، الذین یتقون الله فیما یحکون، أنہ لما حضر بین یدیہ، وسألہ عن ذلک کذب الناقل، وقال: ما هو معتقد الأشاعرة علی الإطلاق، أن نبینا ﷺ حی فی قبره، رسول الله ﷺ أبد الآباد علی الحقیقۃ لا المجاز، وأنہ کان نبیا وآدم بین الماء والطین، ولم تبرح نبوتہ باقیۃ، ولا تزال. وعند ذلک وضح للسلطان الأمر، وأمر بإعزازه وإکرامہ، ورجوعہ إلی وطنہ.فلما أیست الکرامیۃ، وعلمت أن ما وشت بہ لم یتم، وأن حیلها ومکایدها قد وهت، عدلت إلی السعی فی موتہ، والراحۃ من تعبہ، فسلطوا علیہ من سمہ، فمضی حمیدا شهیدا. ہذا خلاصۃ المحنۃ " [12]

ترجمہ: حکایات و واقعات میں تحقیق اور تقویٰ کا دامن تھامنے والے اہل علم کے بیان سے اس بارے میں جو کچھ ہمارے سامنے آیا وہ یہ ہے کہ جب استاذ ابن فورک سلطان محمود کے سامنے پیش ہوئے، اور سلطان نے اُن سے اس بارے میں پوچھا تو انہوں نے صاف جواب دیا کہ ہم اشاعرہ کا جو بے لاگ عقیدہ ہے وہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنی قبر میں زندہ ہیں، اور آپ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حقیقی رسول ہیں، محض مجازی رسول نہیں ہیں اور آپ تو اس وقت بھی نبی تھے جب کہ حضرت آدم علیہ السلام پانی اور مٹی کے درمیان تھے، اور اب بھی ان کی نبوت باقی ہے اور باقی رہے گی۔ جب سلطان کے سامنے یہ حقیقت واضح ہو گئی تو اس نے ان کے اعزاز و اکرام کا حکم دے کر انہیں واپس جانے کی اجازت دیدی۔ یہ صورت حال ان کرامیہ کے لیے کسی صورت قابل برداشت نہیں تھی، جو کہ ان کی توہین و تذلیل چاہتے تھے، اسی لیے انہوں نے ان سے جان چھڑانے کے لیے انہیں راستے میں زہر دِلوادیا۔ یہ اس پورے آزمائشی واقعے کا خلاصہ ہے۔

الغرض اگر یہ تہمت درست ہوتی تو استاذ ابن فورک کے نامور شاگرد مثلا امام ابو بکر بیہقی، اور امام قشیری وغیرہ سے ان کا یہ عقیدہ ہرگز پوشیدہ نہ ہوتا اور پھر اہل سنت کے یہ نامور ائمہ ہرگز اس پر خاموش نہ رہتے جب کہ صورت حال یہ ہے کہ یہ حضرات

---

[12] السبکی، طبقات الشافعیہ الکبری، ص ۲۸۲۔

اس کی صراحتاً نفی کر رہے ہیں۔ جس کی مزید تفصیل امام سبکی نے طبقات میں امام ابوالحسن اشعری کے تذکرے میں بیان کیا ہے۔ جب کہ امام ذھبی نے ان پر صاحبِ لغزش اور صاحب بدعت ہونے کی بات کی ہے تو اس پر بھی علامہ سبکی کا تبصرہ قابل ملاحظہ ہے۔ دیکھئے:

"وأما قول شيخنا الذهبي: إنه مع دينه صاحب فلتة وبدعة، فكلام متهافت؛ فإنه يشهد بالصلاح والدين لمن يقضي عليه بالبدعة، ثم ليت شعرى، ما الذى يعنى بالفلتة، إن كانت قيامه فى الحق، كما نعتقد نحن فيه فتلك من الدين، وإن كانت فى الباطل فهى تنافى الدين. وأما حكمه بأن ابن فورک خير من ابن حزم، فهذا التفضيل أمره إلى الله تعالى، ونقول لشيخنا: إن كنت تعتقد فيه ما حكيت من انقطاع الرسالة، فلا خير فيه البتة، وإلا فلم لا نبهت على أن ذلک مكذوب عليه لئلا يغتر به"[13]

"ہمارے شیخ ذھبی کا یہ کہنا کہ وہ دین دار ہونے کے ساتھ صاحب لغزش و صاحبِ بدعت بھی تھے، حقیقت سے گری ہوئی بات ہے۔ کیوں کہ وہ جس کو بدعتی کہہ رہے ہیں اُسی کو صالح اور دین دار بھی کہہ رہے ہیں۔ پھر یہ بات میری سمجھ سے بالاتر ہے کہ "لغزش" سے ان کی مراد کیا ہے؟ کیا حق کی حمایت کے لیے کھڑا ہونا!! جیسا کہ ہم ان کے بارے میں یہ بات یقین سے جانتے ہیں تو یہ بات تو خود دین داری کا ہی حصہ ہے اور اگر ان کی مراد یہ ہے کہ وہ باطل کی حمایت کرتے تھے تو یہ چیز دین داری کے منافی ہے۔ پھر انہوں نے (شیخ ذھبی نے) ابن فورک کے بارے میں جو یہ کہا کہ وہ ابن حزم سے بہتر ہیں تو یہ تفضیل کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔ البتہ ہم اپنے شیخ سے یہ ضرور کہتے ہیں کہ اگر آپ ابن حزم کی بیان کردہ حکایت (جس میں ابن فورک پر رسالت محمدی کے منقطع ہو جانے کی تہمت ہے) کو درست سمجھتے ہیں تو پھر بھلا ابن فورک میں کوئی خیر کہاں سے ہو سکتی ہے؟ (حالانکہ خود امام ذھبی نے انہیں "صالح آدمی" قرار دیا ہے اور اگر وہ اس حکایت کو جھوٹ سمجھتے تھے تو پھر انہوں نے اس کے جھوٹ ہونے پر تنبیہ کیوں نہیں کی؟ تاکہ کوئی اس سے دھوکہ میں نہ پڑ جائے۔

ابن فورک کی تالیفات:

ابن فورک کی سو کے قریب تالیفات ہیں جو مختلف اہم موضوعات سے متعلق ہیں۔ مثلاً علم تفسیر، علم حدیث، علم کلام، علم اصول فقہ، علم المناظرہ وغیرہ۔ چند مشہور اور اہم ترین تالیفات کے نام درج ذیل ہیں:

1. تفسير القرآن: جو کہ تفسیر ابن فورک کے نام سے مشہور ہے۔ امام ابو بکر ابن العربی نے اس تفسیر کو تحقیق ہٰ رت اور موضوع پر مختصر رہنے کے اعتبار سے "احسن التفاسیر" قرار دیا ہے۔
2. كتاب الحدود فى الاصول۔ یہ بیرت سے سنہ ۱۳۲۴ھ میں طبع ہو چکی ہے۔
3. النظامی فی اصول الدين۔ یہ کتاب آپ نے نظام الملک کے لیے تالیف کی تھی۔
4. مشكل الحديث و غريبه۔ اس کتاب میں مشکل اور بظاہر متعارض احادیث کی تشریح و توجیہ کو محور بنایا گیا ہے۔
5. مشكل الآثار
6. دقائق الاسرار
7. طبقات المتكلمين

---

[13] ایضاً، ص ۶۸۴۔

8. مجرد مقالات الشیخ ابی الحسن الاشعری۔ یہ آپ کی مشہور ترین تالیف ہے، اور مطبوع ہے۔ اس سے نہ صرف امام ابوالحسن اشعری کے نظریات کی توضیح ملتی ہے بلکہ خود استاذ ابن فورک کے مزاج و مذاق اور طرز و اسلوب اور ترجیحات کا بھی پتہ چلتا ہے۔

9. ابوبکر ابن فورک و آثارہ الاصولیہ۔ یہ کتاب دار النوادر (سوریا، لبنان، کویت) سے تین جلدوں میں شائع ہوئی ہے، جس میں استاذ ابن فورک کے کئی اُصولی رسائل یکجا کیے گئے ہیں۔ ان میں سے اصول فقہ سے متعلق ایک رسالہ بندہ نے دیکھا ہے جو فقط گیارہ صفحات پر مشتمل ہے، مگر جامعیت اور انفرادیت کی شان لیے ہوئے ہے۔